© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

اگر کسی شخص کا اندازہ کسی معاملہ میں صحیح نکلے تو اسے بالعموم بڑی مسرت ہوتی ہے کیونکہ اس سے اُس کی ژرف نگاہی اور پیش بینی کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن اندازہ کی صحت پر احساس خود اعتمادی پیدا ہونے کے باوجود انسان بسا اوقات اِس بات کا شدید آرزومند ہوتا ہے بلکہ خدا کے حضور میں گڑگڑا کر دُعائیں مانگتا ہے کہ قادرِ مطلق اُس کے اندازوں کو غلط ثابت کر دے۔ ہم جب اپنے کسی عزیز کی صحت کو سُرعت کے ساتھ گرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس مہلک مرض میں وہ غریب مبتلا ہے اُس سے شفایابی کے بھی امکانات قریب قریب معدوم ہیں تو اُس کے حسرتناک انجام کے بارے میں یقینی اندازے کے باوجود ہمارا دل یہ چاہتا ہے کہ خدا کرے اِس عزیز کے بارے میں ہمارے خدشات غلط ثابت ہوں اور شافیٔ مُطلق ہمارے اندازے کے برعکس اُسے جلد از جلد شفایاب کر دے۔

پاکستان کے مستقبل کے بارے میں قریب قریب اسی طرح کے احساسات ہر اُس شخص کے اندر پائے جاتے ہیں جو اسلام اور اِس کی نسبت سے پاکستان کے ساتھ گہری محبت رکھتا ہے۔ حالات کا دھارا جس رُخ جا رہا ہے اُسے دیکھنے سے اِس مملکت کے ہر دردمند شہری کو سخت تشویش لاحق ہوتی ہے کیونکہ اُسے بادنیٰ تامّل اِس امر کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ مُلکی ترقی کے بارے میں بلند بانگ دعووں کے باوجود چہار بازِ اختیار صبح و شام کرتے ہیں، ملک تباہی کے راستہ پہ گامزن ہے اور کسی خوفناک انجام سے دوچار ہونے والا ہے۔ لیکن اِس اندوہناک حقیقت کا شعور رکھتے ہوئے بھی دل بہرحال یہی چاہتا ہے کہ کاش ایسا نہ ہو، اور خداوند تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے کام لیتے ہوئے ہمارے یاس انگیز اندازوں کو غلط ثابت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر دے، کیونکہ یہ وہ اندازے ہیں جن کا صحیح ثابت ہونا پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے انتہائی تشویشناک ہے۔ اِس وقت مُلکی حالات کا مشاہدہ کرنے والوں اور اس مشاہدے کی روشنی میں پاکستان کے مستقبل کا اندازہ کرنے والوں کی عجیب و غریب کیفیت ہے۔ وہ جب ملک کی المناک صورتِ حال اور اُس سے پیدا ہونے والے دردناک نتائج پر غور کرتے ہیں تو اُن کے دل کانپ اُٹھتے ہیں بخصوصاً جب اُنہیں اِس بات کا احساس ہوتا ہے کہ ملک کے اندر اب اِس قدر بگاڑ پیدا ہو چکا ہے کہ اُس کی اصلاح کی بظاہر کوئی صورت ممکن نظر نہیں آتی، لیکن اُن کے ذہن اِن رُوح فرسا حقائق کو جاننے کے باوجود حسرتناک انجام کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے اور تاریکیوں میں گھِر کر بھی وہ کسی خوش کُن انجام کی توقع باندھ لیتے ہیں۔

ہماری توقعات خواہ کتنی ہی دلفریب ہوں اور ہمارے دل ناخوشگوار حالات سے اچھے نتائج اخذ کرنے کے لیے خواہ کتنے ہی بیتاب ہوں، لیکن ہم اسے ملک اور قوم کے حق میں کوئی خیر خواہی نہیں سمجھتے کہ اہلِ پاکستان کو حقائق سے اغماض برتنے کا درس دیا جائے اور اہیں ایک ایسی رجائیت سے لذت آشنا کرنے کی تدبیر کی جائے جس کی سرے سے کوئی ٹھوس بنیاد موجود نہ ہو۔ انسان کو بلاشبہ یاس و قنوطیت کا شکار نہ ہونا چاہیے کیونکہ جس شخص پر اس کے منحوس سایے پڑ جاتے ہیں وہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاتا ہے، لیکن ہم اسے کوئی عقلمندی نہیں سمجھتے کہ مُلکی حالات رُو بہ تنزّل ہوں اور ہم عوام کو یہی باور کراتے رہیں کہ اُن کا وطن عنقریب اس کرۂ ارضی پر جنّت کا نمونہ پیش کرنے والا ہے۔ ہم اس فریب دہی سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور قوم کے سامنے مُلکی حالات کی صحیح تصویر پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ اصلاحِ احوال کے لیے فکر مند ہو۔

اپنے ملک کے مستقبل کے بارے میں سب سے زیادہ دلفگار اور تشویشناک حقیقت جواب پوری طرح کھل کر سامنے آ چکی ہے، یہ ہے کہ اِس ملک کو اسلام کی تجربہ گاہ نہیں بلکہ اشتراکی مزاج کی حامل غیر مذہبی ریاست بنایا جا رہا ہے، اور خدمتِ اسلام کے متعلق حکومت کے سارے بلند بانگ دعوے، اور اُس کی سربلندی کے لیے نیک اور مقدس آرزوؤں کا پیہم اظہار اور اُس سے محبت و عقیدت کے مختلف مظاہرے سب نمائشی کام ہیں تاکہ اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک اگر اسلام کا نام لینے سے کچھ حلقوں کی حمایت حاصل کی جا سکتی ہو تو اُسے حاصل کر لیا جائے ورنہ جہاں تک اسلام سے حقیقی دلبستگی اور قلبی وابستگی کا تعلق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اُس کا حال تو اب سب کو معلوم ہو چکا ہے۔ اِس وقت ایک فرد پُورے ملک کے سیاہ و سفید کا مالک ہے۔ اُسی کے اشارۂ ابروئے چشم سے یہاں سارے معاملات طے کیے جاتے ہیں۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کی بہت بڑی اکثریت اُسی کے تیور دیکھ کر کوئی رائے قائم کرتی اور کوئی قدم اُٹھاتی ہے۔ اتنے غیر محدود حاکمانہ اختیارات رکھنے کے باوجود اگر اسلام کے عملی نفاذ سے گریز کیا جاتا ہے تو اسے پاکستان کے دینی مستقبل کے لیے کوئی خوش آئند بات نہیں کہا جا سکتا۔

معاملہ اسلامی نظام کے نفاذ سے گریز کا ہی نہیں بلکہ اُس غلط رجحان کا ہے جسے اسلام کے مقابلے میں تقویت بہم پہنچائی جا رہی ہے۔ اسلام ایک ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہے۔ اِس لیے وہ افکار و معتقدات سے لے کر اخلاق و قانون، معیشت و سیاست، تہذیب و تمدّن، اور ادب و فن کے بارے میں اپنا ایک مخصوص نقطۂ نظر رکھتا ہے، اور اس بنا پر کسی ایسے نظریہ یا طرزِ عمل کو گوارا نہیں کر سکتا جو اِس سے واضح طور پر متصادم ہو۔ اب اگر کوئی حکومت اسلام کی محبت کا دم بھر کر اُن فکری رجحانات اور عملی سرگرمیوں کی سرپرستی کرے جو دینِ حق کی عین ضد ہیں تو اِس مکّارانہ اصولِ حکمرانی سے ممکن ہے ایک سے زیادہ طبقوں کو کچھ وقت کے لیے بے وقوف بنایا جا سکے لیکن اِس سے عظمتِ اسلام کی راہ تو ہموار نہ ہوگی، بلکہ ملک کے اندر شدید نوعیت کا فکری خلفشار اور عملی انتشار پھیلے گا، جو بالآخر ملّت کے لیے بڑے مہلک نتائج پیدا کرے گا۔ نصب العین کے بارے میں واضح شعور اور اُس کے متعلق پوری یکسوئی حاصل کیے بغیر تو ایک فرد بھی کسی قرینہ کے ساتھ زندگی بسر نہیں کر سکتا کجا کہ ایک قوم کو مختلف کشتیوں میں سوار کر کے اور انہیں مختلف سمتوں کی طرف کھینے کے بعد اُسے یہ مژدۂ جانفزا سنایا جائے کہ اُس کی منزل قریب آ رہی ہے۔ ژولیدہ فکری اور پریشان نظری سے قوموں کے اندر تعمیر و ترقی کی صلاحیتیں نہیں اُبھرتیں بلکہ تخریب کے رجحانات ہی پرورش پاتے ہیں جو اُس کی اجتماعی زندگی کو عذاب بنا کر رکھ دیتے ہیں۔

آپ اگر پاکستان کی تاریخ میں حکمرانوں کے سیاسی کردار کا جائزہ لیں تو آپ کو ایک دو قابلِ احترام مستثنیات کے علاوہ ایک رجحان بڑا نمایاں نظر آئے گا کہ یہاں جو شخص بھی مسندِ اقتدار پر براجمان ہوا اُس نے دینِ اسلام سے اپنی گہری محبت کا اظہار و اعلان تو ضرور کیا لیکن اللہ تعالیٰ کے دینِ برحق کو اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملک کا دستورِ عمل بنانے کے لیے کوئی قابلِ ذکر کوشش نہ کی، بلکہ اجتماعی معاملات میں اسلام سے ان فرمانرواؤں کی عدم دلچسپی دیکھ کر یوں احساس ہونے لگتا ہے کہ وہ حق اور باطل کی باہمی آویزش میں خاموش تماشائی بن کر گوناگوں لذت محسوس کرتے رہے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ اُن کی غیر جانبداری کا فائدہ باطل ہی کو پہنچتا ہے اور اُس کے اندر آگے بڑھنے کی جرأت اور حوصلہ پرورش پا چکا ہے۔ چنانچہ زبان کی حد تک اسلام کے اِن شیدائیوں اور عملی زندگی میں اسلام کے اِن خاموش تماشائیوں کے ناقابلِ فہم طرزِ عمل کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ جو ملک اسلام کے نام پر بے پناہ قربانیوں سے حاصل کیا گیا تھا وہاں کچھ افراد اور گروہوں کے اندر دینِ حق کے خلاف کھلم کھلا دل آزار باتیں کرنے کی جسارت پیدا ہو چکی ہے۔

سوال یہ ہے کہ آخر اس ملک کا حکمران طبقہ اسلام کے بارے میں اس طرح کا غیر معقول اور ناپسندیدہ رویّہ کیوں اختیار کر رہا ہے۔ کیا اِس کی وجہ اُس کی پست ہمتی ہے یا دینی تقاضوں سے عدم واقفیت۔ نیتوں کا حال تو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن ہم نہ تو ان حضرات کو دوں ہمت سمجھتے ہیں، اور نہ دینِ اسلام اور اُس کے منطقی تقاضوں سے ناآشنا! اگر یہ لوگ دوں ہمت ہوتے تو اپنے گوناگوں اُمور و عزائم کی تکمیل میں وہ ایسا جابرانہ طرزِ عمل اختیار نہ کرتے جیسا کہ انہوں نے اختیار کیے رکھا ہے۔ اسی طرح اُن کے بارے میں عقل یہ بھی باور کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی کہ وہ دین اور اُس کے تقاضوں کو نہ جاننے کی وجہ سے بسا اوقات ایسی حرکات کر بیٹھتے ہیں جو دینی حلقوں میں اضطراب پیدا کر دیتی ہیں۔ ان حضرات کی غیر دینی سرگرمیوں کا اگر دقتِ نظر سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ پورے شعور اور مضبوط ارادے کے ساتھ ایک ایسی غلط راہ پر گامزن ہیں جس سے حق کی منزل دور اور باطل کی منزل قریب تر ہو رہی ہے۔ البتہ قوم کو بڑے پُر فریب انداز میں غلط سمت کی طرف آگے دھکیلا جا رہا ہے کہ اُس کی عظیم اکثریت کو اِس امر کا احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ جس خوفناک راہ پر گامزن ہے اُس کا انجامِ کار کیا ہے۔ آپ ان حکمرانوں کی ہنرمندی اور پُرکاری ملاحظہ فرمائیں کہ اسلام کے نام پر جو نمائشی کام ممکن ہو سکتے ہیں، انہیں کرنے میں وہ بڑی سرگرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن جو کام دین کی بنیاد اور اساس کی حیثیت رکھتے ہیں انہیں یا تو برابر ٹالا جاتا ہے یا اُن کے بارے میں مختلف قسم کی غلط فہمیاں پھیلانے کی پیہم کوششیں کی جاتی ہیں۔ آج ہماری حکومت کو سب سے زیادہ دلچسپی مزاروں پر عُرسوں کا اہتمام کرنے، میلے لگانے اور قوالی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محفلیں منعقد کرانے سے معلوم ہوتی ہے اور ان کاموں کو وہ اپنی بیش قیمت خدمات کے طور پر قوم کے سامنے پیش کرتی ہے اور ان "نمائشی کاموں" کے برعکس وہ کام جو فی الحقیقت دین کی اساس اور بنیاد ہیں اُن سے ایک طے بندھے منصوبے کے تحت مسلسل پہلوتہی کی جارہی ہے ۔ جہاں تک منکرات کے استیصال کا تعلق ہے اس میں سارے دینی طبقے ایک دوسرے سے پوری طرح متحد و متفق ہیں لیکن ان برائیوں سے قوم کو نجات دلانے کی قطعاً کوشش نہیں کی جاتی ۔ خود حکومت کی طرف سے شائع کردہ اعداد و شمار اس بات کی شہادت فراہم کر رہے ہیں کہ ملک کے اندر شراب، جوا اور فسق و فجور کا کاروبار زوروں پر ہے ۔ کیا حکومت ان منکرات کی بیخ کنی سے عاجز ہے یا وہ جان بوجھ کر اس فرض کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی کر رہی ہے ؟ اس ملک کے حکمرانوں کے خشمگیں تیور دیکھتے ہوئے پہلی توجیہہ تو کسی اعتبار سے بھی قابلِ قبول معلوم نہیں ہوتی ۔ برسرِ اقتدار طبقوں کا یہی معاندانہ طرزِ عمل بھلائیوں کے معاملے میں نمایاں ہے ۔ اصحابِ اقتدار کی اسلام کے بارے میں اس غلط روش کو، جسے کسی ناسمجھی کی بنا پر نہیں بلکہ جان بوجھ کر اختیار کیا گیا ہے، دیکھتے ہوئے یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہو جاتی ہے کہ انہیں اسلامی نظامِ حیات کا نفاذ کسی طرح گوارا نہیں بلکہ اس کی جگہ اسلام کے لیبل کے ساتھ غیر اسلامی نظامِ زندگی کی عملداری مقصود ہے ۔

بعض لوگ استعجاب کے عالم میں پوچھتے ہیں کہ جب اس ملک کے حکمران اپنے وسیع اختیارات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں، تو آخر یہ کُھل کر اسلام سے اپنی بیزاری اور عداوت کا اعلان کیوں نہیں کر دیتے ؟ اِس غیر مخلصانہ روش سے جو انہوں نے دینِ حق کے متعلق اختیار کر رکھی ہے اُن کی عزت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا بلکہ کمی ہی ہوئی ہے ۔ اگر انہیں اشتراکیت پسند ہے تو انہیں پوری یکسوئی کے ساتھ اِس ملک میں اس لادینی نظام کو نافذ کر دینا چاہیے ۔ اسلام کے نام پر اشتراکیت کی سربلندی کا ناپاک عزم ملک اور قوم کی کوئی مفید خدمت نہیں ۔ آخر روس اور چین کے حکمرانوں نے عوام کے مذہبی جذبات کو کچلتے ہوئے وہاں اشتراکی نظام نافذ کیا ہے ۔ اگر وہاں یہ خونی ڈرامہ کھیلا جا سکتا ہے تو پاکستان میں اس سے کیوں گریز کیا جا رہا ہے ؟ ہمیں افسوس ہے کہ اس نہج پر سوچنے والوں نے حقائق و حالات کا صحیح تجزیہ نہیں کیا ۔ پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس کی عظیم اکثریت اسلام سے جذباتی لگاؤ رکھتی ہے ۔ پھر اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قلب و دماغ میں ابھی تک اپنی منزل کا شعور کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ دینی روایات عوام کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں حکمران طبقہ کی طرف سے اسلام کے خلاف کسی علانیہ بغاوت کا اظہار اس کے لیے بہت زیادہ مشکلات اور مسائل پیدا کرسکتا ہے جن سے عہدہ برآ ہونے کی یہاں کے حکمرانوں میں اہلیت نظر نہیں آتی۔

مزید برآں اس ملک کے بااختیار طبقہ کو اس بات کا بھی پوری طرح علم ہے کہ اللہ کے دین کو مٹانے کے لیے مختلف ممالک میں جو سازشیں ہوئی ہیں اُن کا کیا حشر ہوا ہے! اسلام کو جس شدّت کے ساتھ مختلف مقامات پر دبایا گیا وہ اُس سے کہیں زیادہ قوت کے ساتھ اُبھرا اور نہ صرف عوام کی توجہ کا مرکز بنا بلکہ اُس نے مسلم معاشرے میں اپنے لیے لاتعداد فدائی اور جاں نثار پیدا کیے اور غیر مسلم حلقوں کو اچھا خاصا متاثر کیا۔ چنانچہ تشدد کے اس ناکام تجربہ کو دیکھتے ہوئے اب دینِ حق کے اثر و نفوذ کو روکنے کے لیے یہ حربہ اختیار کیا جارہا ہے کہ مسلم معاشرے میں ایسا ہمہ گیر انتشار پیدا کیا جائے جو اسلام کے اساسی معتقدات سے لیکر اُس کی عملی جزئیات تک سب پر پوری طرح محیط ہو تاکہ افرادِ ملّت کے دل و دماغ پریشان فکری کی وجہ سے صحیح طور پر کام کرنا چھوڑ دیں۔ ان کی قوتِ عمل تذبذب کی بنا پر مفلوج ہوجائے اور ناامیدی کے سیاہ بادل اُن کے مستقبل کو تاریک بنادیں۔

معلوم نہیں ہمارے ملک کے حکمرانوں نے تاریخ سے کبھی کوئی اچھا سبق سیکھا ہے یا نہیں، لیکن یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ وہ ماضی اور حال کے گلستانوں سے پھولوں کو چھوڑ کر کانٹے چننے میں بڑے مشتاق ہیں اور یہ کام اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کر کرتے ہیں کہ یہ کانٹے دوسروں کے لیے تو باعثِ آزار ہو سکتے ہیں لیکن اُن کے لیے ہر حال میں موجبِ راحت ہی ہوں گے۔ چنانچہ ہمارے ملک کے حکمران اِن کانٹوں کا تاج بنا کر بخوشی پہن لیتے ہیں اور اُس وقت تک اُسے اپنے سر سے جدا نہیں کرتے جب تک کہ تاج میں جڑے ہوئے یہ کانٹے اُن کے سروں کو پوری طرح لہولہان نہیں کر دیتے۔ ان حضرات نے حالات اور واقعات کے مشاہدے سے بھلائی کی کوئی بات اخذ کرنے کے بجائے ہمیشہ بُرائی ہی اخذ کی ہے۔ یہاں ہم اپنے ملک کے حکمرانوں کے منفی رجحانات کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں ایک اہم سبق یہ ملتا ہے کہ کسی قوم کی تباہی و بربادی کا سب سے بڑا سبب اُس کا فکری انتشار ہے ۔ جو قوم اس مرض سے محفوظ ہے وہ ہر قسم کے خارجی اور داخلی دباؤ کو برداشت کر سکتی ہے ۔ اگر وہ ایک مرتبہ ذہنی خلفشار میں مبتلا ہو جائے تو پھر وہ جلد ہی بحیثیت ایک باوقار اور آبرومند قوم صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہے ۔ یہ تاریخ کا ایک ایسا سبق ہے جسے رُوبہ انحطاط قوم کے اربابِ بست وکشاد اگر صحیح طور پر اخذ کرلیں اور اُس کی روشنی میں تعمیر و ترقی کا کوئی منصوبہ تیار کر کے سرگرمِ عمل ہوں تو قوم کے زوال کو عروج میں بدلا جا سکتا ہے ۔ لیکن اسی خلفشار کے متعلق تاریخ کے اوراق ہمیں اِس امر کا بھی پتہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی قوم اِس مہلک عارضہ میں گرفتار ہو جائے تو اسے بڑی آسانی کے ساتھ آمریت کی ظالمانہ جکڑ بندیوں میں جکڑا جا سکتا ہے ۔ چنانچہ جب بھی کوئی قوم یا معاشرہ انتشار کی نذر ہوا تو آمرانہ مزاج رکھنے والے افراد نے اُس موقع کو غنیمت جان کر حالات کو اس حد تک بگاڑا کہ اُس کے لیے آمریت کی آغوش میں پناہ لینے کے علاوہ کوئی چارۂ کار باقی نہ رہا ۔ روس میں اشتراکیت کو اسی خلفشار کے اندر غلبہ حاصل ہوا ۔ چین میں افراتفری کی فضا نے اشتراکیت کے لیے راہ ہموار کی ۔ اب حال ہی میں اٹلی کے اندر اشتراکیت کے حق میں جو انقلاب برپا ہوا ہے وہ بھی خلفشار کا ہی نتیجہ ہے ۔ اِس بدنصیب ملک میں سب سے پہلے فکری انتشار پیدا ہوا اور اُس کے بعد زندگی کے سارے شعبے جنگل کی آگ کی طرح اُس کی لپیٹ میں آگئے ۔ اِن صفحات میں اِس انتشار کا بھیانک نقشہ ساری تفصیلات کے ساتھ پیش نہیں کیا جا سکتا ۔ یہاں ہم اِس کے چند گوشوں کی نقاب کشائی کرتے ہیں ۔ درج ذیل معلومات امریکہ کے مشہور جریدہ "نیوز ویک" (۲۶ / اپریل) سے اخذ کی گئی ہیں ۔

"اس خلفشار کے اسباب واضح ہیں ۔ ملکی معیشت تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے ۔ بے روزگاری بڑی سُرعت کے ساتھ بڑھتی جا رہی ہے ۔ ملکی سکہ لیرا کی قدر و قیمت میں گذشتہ دو ماہ میں ۲۷ فیصد کمی ہوئی ہے ، اور چونکہ ملکی پیداوار کا چوتھائی حصہ درآمدات پر خرچ ہو رہا ہے ، اس لیے افراطِ زر اور قیمتوں میں تیزی کے ساتھ اضافہ بالکل یقینی ہے ۔"

فاضل مقالہ نگار اس انتشار کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ہولناک جرائم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے :

" اطالوی باشندوں کے نزدیک معاشی بحران سے کہیں زیادہ (باقی اشارات بر صفحہ ۴۷)

© rasailojaraid.com